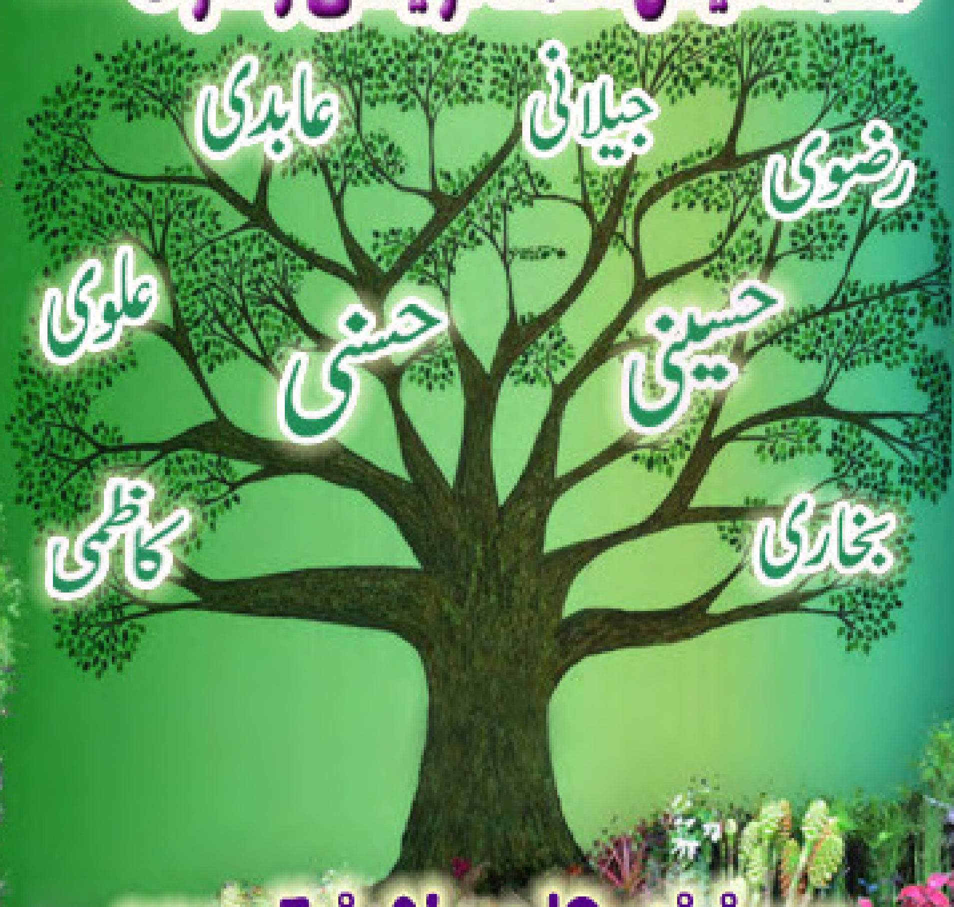
فاطمی و غیر فاطمی سیّد کی تحقیق

تصنیف

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فاطمی و غیر فاطمی سیّد کی تحقیق

مصنف

مفسرِ اعظم پاکستان، فیضِ ملت، آفتابِ اہلِ سنّت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحاج الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی قدس سرہٗ

با اہتمام

محمد اویس رضا قادری

ناشر

قطب مدینہ پبلشرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ حمد الشا کرین والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبه الکریم الا مین وعلیٰ آ له واصحا به اجمعین .

امابعد! فقیر انگلینڈ جیسے ملک کے لئے جانے کے قابل نہ تھا لیکن دانہ پانی جو لکھا تھا مجبوراً جانا پڑا۔ الحاج محمد انصار اللہ صدیقی صاحب مدظلہ کے بار بار اصرار و تقاضے ہوئے بلکہ ویزا بھی بجھوادیا پھر خود فقیر کو مدینہ طیبہ سے آ کر لے گئے ۔حضرت الحاج پیر طریقت علامہ سید محمد معروف شاہ صاحب مدظلہ کی شفقتوں نے لندن سے بریڈ فورڈ اقامت کا انتظام فرمایا (اسکی مفصل داستان فقیر کے سفر نامہ ''انگلینڈ و حجاز'' میں پڑھیئے) چونکہ آپ سید غیر فاطمی از اولاد سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ ہیں اس لئے آپ نے فقیر کو امام سیوطی رحمہ اللہ علیہ کے رسالہ ''العجاجۃ الزرنبیۃ'' کے ترجمہ کا حکم فرمایا۔ فقیر نے ترجمہ ایک دن میں مکمل کرلیا۔ میرا خیال تھا کہ موصوف اسے شائع فرمائینگے لیکن یہ صرف میرا خیال تھا۔ فقیر نے ترجمہ محفوظ رکھا۔ الحمد للہ ''درشتہ آید بکار'' کا مقولہ صحیح ہوا کہ عزیزان گرامی الحاج محمد اویس رضا قادری صاحب اس کی اشاعت فرمارہے ہیں۔ اصلی موضوع سے پہلے سیدہ زینب کا تعارف ضروری ہے۔ اس سے قبل کہ سیدہ زینب سیدہ فاطمہ کا تعارف کراؤں چندان بیبیوں کا تعارف لکھوں تاکہ قارئین کو التباس نہ ہو۔

یاد رہے کہ حضور سرور عالم (ﷺ) کے زمانہ اقدس میں زینب نامی متعدد خواتین تھیں ان میں ایک آپ کی صاحبزادی بھی تھیں ان کا تعارف ملاحظہ ہو۔

﴿سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا﴾

حضور اکرم (ﷺ) کی صاحبزادیوں میں بقول اکثر علماء سب سے بڑی دختر سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) ہیں اور یہی صحیح ہے، صاحبِ مواہب نے کہا کہ مگر کسائی کے نزدیک ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اور کہا کہ اختلاف ان میں اور حضرت قاسم میں ہے کہ کون پہلے پیدا ہوا۔ ابن اسحاق کے نزدیک یہ ہے کہ سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) حضور اکرم (ﷺ) کی دختر کی ولادت ۳۰ ؁ میں (جو کہ واقعہ فیل سے بھی ہے) پیدا ہوئیں اور اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی۔ اور ان کا نکاح، ان کی خالہ کے فرزند کے ساتھ کیا گیا تھا جن کا نام ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد الشمس بن عبد مناف ہے۔ اور ابوالعاص کی ماں ہند بنت خویلد، سیدہ خدیجہ بنت خویلد کی بہن ایک ماں باپ سے تھی۔ اور ابوالعاص مشہور اپنی کنیت کے ساتھ ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ لفیظ ہے یا مقسم یا قاسم یا یاسر۔ اور ابن عبدالبر

نے کہا کہ اکثر کے نزدیک قول اول درست ہے یعنی لقیط نام ہے۔ ابوالعاص کے اسلام لانے سے پہلے سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) نے ہجرت کی۔ اوران کو شرک میں مبتلا چھوڑ دیا۔ اور ابوالعاص مکہ اور مدینہ کے درمیان اسلام لائے۔ اور حضور اکرم (ﷺ) نے پہلے ہی نکاح میں سیدہ زینب کو ان کے سپرد فرمادیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نکاح جدید کے ساتھ سپرد کیا۔ اس کا مجمل قصہ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالعاص بدر کے قیدیوں میں داخل تھے۔ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی آزادی کے لئے فدیہ بھیجا تو سیدہ زینب بنت رسول اللہ (ﷺ) نے ابوالعاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کے گلے میں لٹکا رہتا تھا جسے سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے عقد کے وقت سیدہ زینب کے جہیز میں دیا تھا۔ جب حضور اکرم (ﷺ) نے اس ہار کو ملاحظہ فرمایا تو سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی صحبت کا زمانہ یاد آ گیا اور سخت رقت طاری ہوگئی۔ صحابہ سے فرمایا اگر تم دیکھو کہ رہا کردو تم اسیر زینب کو اور لوٹا دو تم فدیہ کے مال کو تم جانو تو ایسا کرلو۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم ایسا ہی کریں گے جس میں آپ کی مرضی مبارک ہوگی۔ اور حضور اکرم (ﷺ) نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ سیدہ زینب کو حضور اکرم (ﷺ) کی طرف بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے اسے مان لیا۔ اس کے بعد حضور اکرم (ﷺ) نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری شخص کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ سیدہ زینب کو لے آئیں۔ اور فرمایا مکہ کے اندر نہ جانا بلکہ وادی تاج کے بطن میں ٹھہرنا یہ ایک موضع کا نام ہے جو مکہ کے باہر ہے مسجد عائشہ کے سامنے ہے جہاں انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا جب وہ سیدہ زینب کو تمہارے حوالے کر دیں۔ تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آجانا۔ اس واقعہ کے ڈھائی سال بعد ابوالعاص ایک تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر آئے۔ ان کے ساتھ مکہ والوں کا مال تجارت تھا۔ اس تجارتی قافلہ کی واپسی کے وقت رسول اللہ (ﷺ) کے اصحاب اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے جب انہوں نے قافلہ پر قابو پالیا تو ابوالعاص کے مال پر قبضہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ یہ خبر جب سیدہ زینب (سلام اللہ علیہا) کو پہنچی تو انہوں نے حضور اکرم (ﷺ) سے عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ)! کیا کسی مسلمان کو کسی کو عہد و امان میں لینے کا حق نہیں ہے؟" حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا "ہاں ہے"۔ سیدہ زینب نے عرض کیا "یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ گواہ رہیئے کہ میں نے ابوالعاص کو امان دیدی ہے۔ جب صحابہ کرام اس صورت حال سے باخبر ہوئے تو ابوالعاص اور ان کے مال سے دستِ تعرض کھینچ لیا۔ اور ابوالعاص سے کہنے لگے تم مسلمان ہو جاؤ تا کہ مشرکوں کا یہ تمام مال تمہارے لئے غنیمت ہو جائے۔ ابوالعاص نے کہا میں شرم کرتا ہوں کے اپنے دین کو اس ناپاک مال سے پلید کروں

۔اس کے بعد وہ مکہ چلے گئے اور اس مال کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دیا۔اور فرمایا ''اے مکہ والو! آیا میں نے تمہیں تمہارا مال پہنچا دیا تم مجھے اس سے بریٔ الذمہ قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا ''ہاں! پھر ابو العاص نے فرمایا کہ تم گواہ رہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ '' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ '' اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئے اور حضور کریم (ﷺ) نے سیدہ زینب کو نکاح سابق یا نکاح جدید کے ساتھ ان کے سپرد فرمایا۔اس جگہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ زن وشوہر میں سے کسی کے اسلام لانے پر نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں ۔حضور اکرم (ﷺ) حضرت ابو العاص سے بڑی محبت فرماتے تھے۔اور ان کے ساتھ بہت زیادہ شفقت وعنایت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ابو جہل کی بیٹی آئی جو بہت حسین وجمیل تھی ۔حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہ) نے چاہا کہ اس سے نکاح فرمائیں ۔جب یہ خبر حضور اکرم (ﷺ) کو ملی تو حضور اکرم (ﷺ) کو نا گوار معلوم ہوا۔اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا۔اس میں حضرت ابو العاص کی تعریف فرمائی اور فرمایا۔''اگر علی مرتضیٰ ،ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کو طلاق دیدیں ۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی بیٹی کو اور اپنے دشمن کی بیٹی کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں چاہتا۔جب امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حاضر ہو کر معذرت خواہی کرنے لگے اور عرض کیا ''یا رسول اللہ (ﷺ) !نہ میں نے یہ چاہا ہے اور نہ اس سے اس بارے میں کوئی بات کی ہے لوگ ایسا چاہتے تھے''۔حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا ''اے علی! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور فاطمہ الزہرا میرا جگر گوشہ ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے ساتھ میری محبت میں کوئی خلل واقع ہو''۔

اولاد

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کا حضرت ابو العاص سے ایک فرزند تھا جس کا نام علی تھا اور ایک دختر تھی جس کا نام امامہ تھا۔یہ علی ابن ابی العاص ،حد بلوغ کے قریب دنیا سے رخصت ہو گئے ۔حضور اکرم (ﷺ) نے روز فتح مکہ اپنی سواری پر ان کو اپنا ردیف بنایا تھا۔اور امامہ سے بہت پیار فرماتے تھے جیسا کہ پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ ایک مرتبہ حضور (ﷺ) نماز پڑھ رہے تھے اور امامہ کو اپنے دوشِ مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے ۔جب رکوع میں جاتے تو اسے زمین پر اتار دیتے اور سجدے سے سر مبارک اٹھا کر قیام کی طرف جاتے تو اسے اٹھا کر دوشِ مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے۔

شارحین حدیث اس جگہ کلام کرتے ہیں کہ یہ اٹھانا اور زمین پر اتارنا فعل کثیر تھا حضور اکرم (ﷺ) نے اسے کیسے جائز

رکھا۔جواب میں فرماتے ہیں کہ امامہ خودآ کر بیٹھتیں اور خود ہی اتر جاتی تھیں اور یہ حضوراکرم (ﷺ) کا فعل واختیار نہ تھا۔

نکاح امامہ

حضرت علی مرتضٰی (کرم اللہ وجھہ) نے سیدہ فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کی رحلت کے بعد سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی وصیت کے بموجب امامہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت علی مرتضٰی کے فرزند ''محمد اوسط'' پیدا ہوئے۔اور محمد اکبر اور محمد اصغر بھی اولاد علی مرتضٰی میں سے ہیں۔اور محمد اکبر محمد بن حنفیہ ہیں اور محمد اصغران کی والدہ،ام ولد ہیں۔جو کہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

وفات

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کی وفات،حضوراکرم (ﷺ) کے زمانہ حیات ظاہری میں ۸ھ میں واقع ہوئی۔اور سودہ بنت زمعہ،ام سلمہ اور ام ایمن اور ام عطیہ انصاریہ (رضی اللہ عنہا) نے ان کو غسل دیا۔ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔محدثین فرماتے ہیں کہ یا تو مراد سیدہ زینب زوجہ ابوالعاص (رضی اللہ عنہما) ہیں۔جیسا کہ مسلم میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ کہا جس وقت سیدہ زینب بنت رسول اللہ (ﷺ) نے رحلت فرمائی تو حضوراکرم (ﷺ) نے ہم سے فرمایا ان کو غسل دو (الحدیث) یا اس سے مراد،سیدہ ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہا) ہیں جیسا کہ ابن ماجہ میں باسناد برشرط شیخین مروی ہے (و اللہ اعلم)

متفق علیہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے،حضوراکرم (ﷺ) نے فرمایا ان کو تین مرتبہ غسل دو۔یا اس سے زیادہ۔ایک روایت میں سات مرتبہ آیا ہے۔اس سے مقصود،اختیار دینا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اگر تین مرتبہ سے نظافت و پاکیزگی حاصل ہوجائے تو یہی مشروع ہے ورنہ اس سے زیادہ مرتبہ کریں یہاں تک کہ نظافت حاصل ہوجائے۔واجب ایک مرتبہ ہے۔اور روایت جو یہ ہے کہ ''یا اس سے زیادہ'' اسی معنی کی تائید میں ہے۔مگر یہ کہ کسی خاص رعایت کی طرف اشارہ ہو۔نیز حضوراکرم (ﷺ) نے فرمایا ''خالص پانی اور بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دو اور آخری مرتبہ کافور ملو۔ایک روایت میں ہے کہ جب غسل سے فراغت پاؤ تو

مجھے خبر دینا جب عورتیں غسل سے فارغ ہوئیں تو آپ (ﷺ) کو اطلاع دی۔ اس پر آپ نے تہبند بھیجا کہ اس سے کفن دو جو جسم سے پیوست ہو۔

فائدہ : شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارج النبوۃ میں ہے کہ اس حدیث سے صالحین کے تبرکات سے تبرک لینے کے ثبوت کا استحباب ثابت ہوا تجہیز و تکفین کے بعد نماز ہوئی اور دفن کر دیا گیا۔ خود حضور (ﷺ) نے انکو قبر میں لٹایا۔

نوٹ : آپ کی اولاد کا سلسلہ زیادہ دیر نہ چلا۔

انتباہ : ہماری مراد رسالہ ھٰذا میں یہ بی بی زینب بنت رسول اللہ (ﷺ) نہیں بلکہ زینب بنت علی از سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہم) مراد ہیں انکا ذکر خیر آخر میں آئیگا (ان شاء اللہ)

﴿ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا﴾

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ بن الحارث ہلالیہ عامریہ ازواج مطہرات میں سے ہیں، زمانہ جاہلیت میں ان کو اُم المساکین کہتے تھے کیوں کہ وہ مسکینوں کو کھانا کھلاتیں اور ان پر بڑی شفقت فرماتی تھیں۔ وہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں وہ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبیدہ (رضی اللہ عنہ) بن الحارث بن عبدالمطلب حضور اکرم (ﷺ) کے چچا کے بیٹے کی زوجیت میں تھیں۔ اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے بعض کہتے ہیں کہ وہ پہلے طفیل بن الحارث کی بیوی تھیں، انہوں نے ان کو طلاق دیدی تو عبیدہ بن الحارث نے ان کو اپنی زوجہ بنالیا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) بن جحش اسدی نے ان کو پیام دیا۔ بعض اہل سیر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے اور مواہب لدنیہ میں فرمایا کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے، بہر تقدیر ہجرت کے تیسرے سال رسول اللہ (ﷺ) ان کو اپنے حبالہ عقد میں لائے اس کے بعد وہ حضور اکرم (ﷺ) کی خدمت میں بہت کم مدت حیات رہیں اور حضور اکرم کی حیاتِ ظاہرہ میں وفات پائی (رضی اللہ عنہا) بعض اہل سیر دو ۲ مہینہ، بعض چھ مہینہ، بعض آٹھ مہینہ مدت بتاتے ہیں۔ اس کو مواہب نے فضائل کے باب میں بیان کیا ہے۔ سیدہ زینب نے ماہ ربیع الآخر ۴ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن کی گئیں۔ بقیع میں ایک قبہ تھا جس کو قبہ ازواج النبی کہا جاتا تھا (جسے ابن سعود، نجدی نے شہید کرا دیا۔)

☆☆☆☆☆

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت حجش رضی اللہ عنہا

آپ کا پہلا نام برّہ تھا نبی پاک (ﷺ) نے یہ نام بدل کر زینب نام رکھا۔ برّہ کی تبدیلی کی تحقیق فقیر کی ''شرح بخاری'' میں ملاحظہ ہو۔ بی بی زینب کی کنیت ام الحکم تھی انکی والدہ رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں۔

نکاح بہ زید رضی اللہ عنہ

آپ پہلے حضرت زید بن حاشہ (رضی اللہ عنہ) کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) نے طلاق دیدی۔ واقعہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ نبی اکرم (ﷺ) نے زید (رضی اللہ عنہ) کے لئے انہیں پیام دیا۔ زینب (رضی اللہ عنہا) نے قبولیت سے اعراض کیا اور رُخ پھیرا۔ اس لئے کہ وہ صاحب جمال تھیں۔ اور رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! میں زید کو پسند نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ آزاد کردہ غلام ہیں۔ اور سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے بھائی حضرت عبداللہ جحش نے بھی عدم قبولیت میں اپنی بہن کے ساتھ اتفاق کیا۔ چونکہ حضور اکرم (ﷺ) نے حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کو اظہار نبوت سے پہلے آزاد فرما کے فرزندی میں قبول فرما لیا تھا۔ اور ان پر بے اندازہ لطف وعنایت مبذول فرماتے تھے۔ حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا عدم قبولیت کی گنجائش نہیں ہے۔ ماننا ہی چاہیئے۔ عرض کیا ''یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اس بارے میں غور وفکر کرنے کی مہلت عنایت فرمایئے ایسی ہی باتیں جاری تھیں کہ یہ آیۂ کریمہ نازل ہوگئی کہ:

و ما کان لمؤ من ولا مؤ منة اذا قضی اللّٰہ ور سولہ امر ان یکو ن لھم الخیر ة من امر ھم و من یعص اللّٰہ و رسولہ فقد ضل ضللا مبینا (پ۲۲الاحزاب)

کسی مسلمان مرد وعورت کو حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ فرما دے ان کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی بلاشبہ وہ کھلی گمراہی میں ہوا۔

آنچہ مرضیٔ مولی ہماں اولیٰ

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) اور ان کے بھائی دونوں نے کہ ہم راضی ہیں ہماری کیا مجال کہ ہم اپنے اختیار کو درمیان میں لائیں۔ اور معصیت کا ارتکاب کریں۔ پھر حضور اکرم (ﷺ) نے ان کو حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کی زوجیت میں دے دیا۔ ایک سال یا کچھ زیادہ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضور اکرم

(ﷺ) کوخبر دی کہ ہمارے علم قدیم میں ایسا ہے کہ سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) آپ کی زوجیت میں داخل ہوں ۔چنانچہ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) اور سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے درمیان ناسازگاری پیدا ہوئی۔اور حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کی جانب سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت شکر رنجی شروع ہوئی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ تنگ آکر حضور اکرم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت (رضی اللہ عنہ) نے حضور اکرم (ﷺ) سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی اور عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! میرا ارادہ ہے کہ میں زینب (رضی اللہ عنہا) کو طلاق دیدوں کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت تندخوئی سے پیش آتی ہیں اور اپنی زبان دراز کرتی ہیں۔حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا اپنے آپ کو اس سے باز رکھو اور خدا سے ڈرو۔لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے معلوم ہوگیا تھا کہ زینب (رضی اللہ عنہا) آپ کی زوجیت میں آئیں گی تو خاطر مبارک نے چاہا کہ زید (رضی اللہ عنہ) ان کو طلاق دیدیں لیکن حیا کی بنا پر زینب (رضی اللہ عنہا) کو طلاق کا حکم انہیں نہ دیا۔نیز اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے متبنیٰ کی بیوی کو چاہتے ہیں کیوں کہ جاہلیت کے لوگ اس شخص کی بیوی کی جس کو اپنا بیٹا بنالیا ہو حرام جانتے تھے اور اس منہ بولے بیٹے کو صلبی بیٹے کی مانند سمجھتے تھے۔ممکن ہے کہ لوگوں کے اندیشہ سے مراد ان کے ایمان کا خوف ہو کہ مبادا شک وترددان کے ایمان میں خلل انداز ہو کر انہیں ہلاک کردے۔علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زید کو سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے روکنے کا حکم دینے میں مقصود،حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کا اختیار اور ان کا امتحان کرنا تھا تا کہ معلوم کریں کہ زید ر(رضی اللہ عنہ) کے دل میں زینب رضی اللہ عنہا کی رغبت باقی ہے یا بالکل ہی متنفر ہوگئے ہیں۔حضرت زید (رضی اللہ عنہ) نے دوبارہ بارگاہ رسالت (ﷺ) میں حاضر ہوکے عرض کیا ''یارسول اللہ (ﷺ)! زینب (رضی اللہ عنہا) کو میں نے طلاق دیدی ہے۔اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

و اذ تقو ل للذی انعم اللّٰہ علیه و انعمت علیه امسک علیک ز و جک وا تق ا اللّٰہ و تخفی فی نفسک ما اللّٰہ مبد یه و تخشی النا س و اللّٰہ احق ان تخشاه.

اور جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر، اور تم اپنے دل میں وہ رکھتے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔

انتباہ: اس آیت سے عیسائیوں اور انکے ہم نوا بعض اسلام کے مدعیوں نے کچھ غلط فہمیاں پیدا کی ہیں انکا ازالہ فقیر

نے ''تفسیر اویسی'' میں کردیا ہے۔اس میں تفصیل دیکھئے۔

نکاح زینب بہ مصطفی ﷺ

جب حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کی عدت پوری ہوگئی تو حضوراکرم (ﷺ) نے حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا جاؤاور زینب (رضی اللہ عنہا) کو میرے لئے پیام دو۔حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کی اس کام کے لئے تخصیص میں حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ عقد بغیر رضامندی زید کے بر سبیل قہر و جبر واقع ہوا ہے اور انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ زید (رضی اللہ عنہ) کے دل میں زینب (رضی اللہ عنہا) کی خواہش نہیں ہے۔اور وہ اس بات سے راضی وخوش ہیں۔نیز حضرت زید کو فرمانِ خدا اور رسولِ خدا کی اطاعت پر ثابت قدم رکھنا اور بحکم الٰہی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کو راضی رکھنا بھی ثابت ومؤکد فرمانا مقصود تھا کیونکہ یہ محل نازک ہے۔القصہ حضرت زید (رضی اللہ عنہ) ارشاد کے بموجب سرِ صدق واخلاص سے روانہ ہوئے۔حضرت زید (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب میں زینب (رضی اللہ عنہا) کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا۔پھر میں گھر کی طرف پشت کرکے الٹے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا تمہیں خوشی ہو کہ رسول خدا (ﷺ) نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں حضوراکرم (ﷺ) کے لئے تمہیں پیام دوں۔زینب (رضی اللہ عنہا) نے کہا میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی جب تک کہ میں اپنے رب عزوجل سے مشورہ نہ کرلوں اس کے بعد وہ اٹھیں اور مصلے پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا بارگاہ بے نیاز میں عرض نیاز کی۔بعض روایتوں میں آیا ہے دو رکعت نماز پڑھ کے سجدے میں گئیں۔یہ مناجات کی کہ اے خدا تیرا نبی میری خواستگاری فرتا ہے اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے اسی وقت ان کی دعا مقبول ہوئی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کو بارگاہ صمدیت میں خاص قرب واختصاص حاصل تھا (رضی اللہ عنہا) اور یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

فلما قضٰی زید منھا و طر ا زو جنکھا لکیلا یکو ن علے المؤ منین حرج فی از و ا ج اد عیا ئھم اذا قضو ا منھن و طر ا.

پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں۔جب ان سے ان کا کام ختم ہوجائے۔

اور آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے۔چند لحظہ کے بعد متجلی ہوئے تو سرورِ عالم (ﷺ) نے متبسم ہوکے فرمایا کون ہے جو

زینب (رضی اللہ عنہا) کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ حق تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے ۔اور یہ نازل شدہ آیت تلاوت فرمائی۔ سلمیٰ جو کہ حضور کی خادمہ تھیں دوڑیں اور سیدہ زینب کو بشارت دی اور اس خوشخبری سنانے پر وہ زیورات جو سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) پہنے ہوئے تھیں اتار کر سلمیٰ کو عطا فرما دیئے۔اور سجدہ شکر بجا لائیں اور نذر مانی کہ دو مہینے روزہ دار رہوں گی۔

مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) جب سیدہ زینب کے گھر تشریف لے گئے در آنحا لیکہ وہ سر برہنہ تھیں۔انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)!اور حضور اکرم (ﷺ) نے بے خطبہ اور بے گواہ فرمایا ''اللّٰہ المزوج و جبریل الشا ھد ''اللہ نکاح کرنے والا ہے اور جبرئیل گواہ ہیں۔اس کے بعد ولیمہ کا کھانا تیار کیا اور لوگوں کو نان گوشت سے سیر فرمایا۔اس طرح کسی بی بی کے لئے نہ کیا۔

اور آپ کے طعام میں کئی معجزے ظاہر ہوئے۔اور نکاح زینب (رضی اللہ عنہا) میں لوگوں کو جاہلیت کی عادت سے نکالا اور خاص شریعت وضع فرمائی جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ لکیلا یکو ن علی المؤ منین حر ج فی از وا ج ادعیائھم تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں ان کے لئے کچھ حرج نہ رہے۔اور حجاب یعنی پردے کی مشروعیت بھی اسی قصہ میں وارد ہوئی۔یہ قصہ اسی طریقہ پر جو کہ مذکور ہوا محققین اہل سیر کے نزدیک معتبر و ثابت ہے۔

ازالۂ وھم

بعض اہل سیر و اہل تفسیر و تواریخ یہ قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں جو نہ واقع کے مطابق ہے اور نہ حضور اکرم (ﷺ) کی شان عالی کے مناسب ہے محققین اس کو مفسرین کی زلات یعنی غلطیوں میں شمار کرتے ہیں ۔ یہ قصہ اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کا قصہ کہ زلیخا کے ساتھ خلوت میں گئے اسی طرح حضرت داؤد (علیہ السلام) کا اور یا کے ساتھ کا قصہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری گم ہونے کا قصہ، یہ تمام قصے محققین کے نزدیک متروک و محظور اور طریقہ صدق و سداد اور ادب سے دور ہیں۔(مدارج النبوۃ، تفصیل دیکھئے تفسیر اویسی پ ۲۲)

فضائل

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے فضائل بہت ہیں، اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ان کے ساتھ اس بنا پر کہ انہوں نے کوئی سخت بات حضور اکرم (ﷺ) سے کہی تھی ۔درشت کلامی کی اور کہا کہ حضور اکرم (ﷺ) سے کس طرح بات کرتی ہو۔حضور اکرم (ﷺ) نے فرمایا ''اے عمر (رضی اللہ عنہ)! کچھ نہ کہو۔کیوں کہ یہ اواہہ یعنی

بہت خشیت رکھنے والی ہیں۔ایک مرد موجود تھا اس نے پوچھا ''اوّاہ'' ''کیا ہے؟'' حضورا کرم (ﷺ) نے فرمایا۔ الخا شع فی الدعاء والتضرع الی اللّٰہ ۔ دعا میں خشوع اور خدا کے حضور ......گڑ گڑاتا ہے۔اس کے بعد حضورا کرم (ﷺ) نے یہ آیت پڑھی۔ ان ابراھیم لا واہ حلیم گویا حضورا کرم (ﷺ) نے ان کو اس صفت میں مرتبۂ خلیل کے ساتھ مخصوص فرمایا۔

فائدہ: سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی، رحمی رشتہ داروں کو زیادہ ملانے والی اور اپنے نفس کو ہر عبادت وتقرب کے کام میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔

خصوصیات

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے کہ حضورا کرم (ﷺ) فرماتے مجھے چند فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جو کسی اور زوجہ میں نہیں ہیں ایک یہ کہ میرے جد اور تمہارے جد ایک ہیں، دوسرے میرا نکاح آسمان میں ہوا ،تیسرے یہ کہ اس قصہ میں جبریل سفیر و گواہ تھے۔

علم غیب

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے صحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا۔ اطولکن یدا اسرعکن یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہ مجھ سے ملنے میں تم سب سے پہلے سبقت کرنے والی ہے۔ مطلب یہ کہ اس دنیا سے میرے جانے کے بعد تم سب سے پہلے وفات پائیگی اس کے بعد ازواج مطہرات نے بانس کا ٹکڑا لے کر اپنے اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا تا کہ جانیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ دراز ہیں۔انہوں نے جانا کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاتھ زیادہ دراز ہیں۔اور جب حضورا کرم (ﷺ) کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) نے وفات پائی تو انہوں نے جانا کہ درازی سے مراد، صدقہ وخیرات کی کثرت تھی۔اس لئے کہ سیدہ زینب اپنے ہاتھ سے دستکاری کرتیں اور صدقہ دیتی تھیں۔

وفات

مروی ہے کہ ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو پہنچی تو فرمایا۔ ذھبت حمیدۃ مفیدۃ مفرعتہ الیتامی والارامل ۔ پسندیدہ خصلت والی فائدہ دینے والی یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کر

نے والی دنیا سے چلی گئی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اعلان کرایا کہ اہل مدینہ اپنی ماں کی...... نماز میں حاضر ہوں۔ یہ بقیع میں مدفون ہوئیں۔ مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بیسویں سال میں تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ اکیسویں ۲۱ سال تھی اور ان کی عمر شریف ترپن (۵۳) سال کی ہوئی۔ ان سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے متفق علیہ دو ۲ حدیثیں ہیں۔ اور بقیہ نو تمام دیگر کتابوں میں ہیں۔

موضوع بحث خاتون کا تعارف

سیدہ زینب بنت سیدنا علی از سیدہ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس رسالہ کی موضوع بحث ہیں اسی لئے انکا مفصل تعارف حاضر ہے۔ سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ظاہری زندگی میں پیدا ہوئیں۔ حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روبرو پانچ سال سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) وسیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کی تربیت اور حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کی رفاقت میں جوانی تک پہونچیں انکے تعارف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ پھر بھی مزید معروضات حاضر ہیں۔

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا

آپ کا مفصل تعارف آگے آرہا ہے۔ پہلے فقیر انکے مزار کی زیارت کا عرض کرے جو فقیر کو مع رفقاء یہ دولت نصیب ہوئی۔

فندق مدینہ

یہ ہوٹل درگاہِ سیدہ زینب کی شرقی جانب چند فرلانگ پر ہے اس کے قبلہ جنوب کی سمت میں بڑی بلڈنگ ہاشمیہ ہے۔ یہ علاقہ زیلیہ کہلاتا ہے۔ یہاں درگاہ شریف کے پیچھے اور قرب وجوار میں دمشق کے ہر مشہور مقام کے لئے بسیں کوچ وغیرہ عام ملتی ہیں۔ کرایہ کے معلومات کر لئے جائیں تو زیارات کے لئے سستا سودا بنتا ہے۔ ورنہ یہاں کا کاروبار اور بسوں والے پاکستانی برادری سے دھوکہ اور لوٹ کھسوٹ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

زینبیہ

دمشق کے جنوب مغربی کونے میں چند میل پر بستی ہے جو اب بستی نہیں رہی بلکہ شہر دمشق کا ایک اہم حصہ شمار ہوتا ہے۔ اور یہ خطہ زینبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

فائدہ: یہ علاقہ ''راویہ'' اور قبرالست کے نام سے بھی مشہور ہے لیکن اب تو سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کا اتنا

تصرف ہے کہ بسوں پر دکانوں میں مکانوں پر سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کا نام چلتا ہے بلکہ آپ دمشق کے کسی کو نے میں بھی سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کا نام لیں تو اسی جگہ کو ہی سامنے رکھا جائے گا۔

مزار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

شیعہ مذہب کا یہ مقام زیارت کعبہ سے کم نہیں ہے ۔ اسی لئے قافلوں کی آمدو رفت اور زائرین کا ہر وقت ہجوم مزار اور گردونواح میں بھرپور ہوتا ہے۔ کمرہ جات کی سجاوٹ نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ جیسے ان کا مزارات اہلبیت کے لئے سجاوٹ پر زور ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات دیکھنے میں آئی کہ زائرین وزائرات کی جگہ کو علیحدہ علیحدہ کردیا گیا ہے کاش یہی سلسلہ ہر مزار کے لئے کردیا جائے۔

تعارف سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

آپ کی پیدائش حضور اکرم (ﷺ) کی زندگی میں ۵ھ میں مدینہ پاک میں ہوئی ۔ آپ سیدنا علی المرتضےٰ شیر خدا (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کی لخت جگر اور حسنین کریمین کی سگی بہن ہیں۔ یہی وہ سیدہ صابرہ ہیں جو میدان کربلا میں سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تھیں ۔ اس سے خود اندازہ لگایئے کہ اس بی بی پر کیا گزری! جبکہ انہوں نے کاروانِ اہلبیت نبوت کو ان کے وقت لٹتے دیکھا انہوں نے چمن زہراء کے حسین پھولوں کو میدان کربلا میں خزاں کا شکار ہوتے دیکھا لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کسی نے آپکے صبر پر اشعار کہے۔

دکھ بھری تیری داستاں زینب

ہر گھڑی تازہ امتحاں زینب

جھیل کر اتنی سختیاں زینب

بن گئی دین کی پاسباں زینب

انتباہ : عوام بلکہ بہت سے اہل علم بھی خواتین اولیاء کے مزارات کے اندر چلے جاتے ہیں۔ یہ ادب کے خلاف ہے۔ اس لئے شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اہل قبر کے ساتھ زیارت کے وقت وہی سلوک ہو جو زندوں سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سیدہ زینب ہوں یا کوئی اور خاتون ان کے سامنے بلا حجاب نہیں جایا جاسکتا اس پر سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کے متعلق خصوصیت سے ایک واقعہ ہے۔ حضرت شیخ ابوبکر موصلی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ سیدہ زینب (

رضی اللہ عنہا) کے مزار میں مسلسل حاضری دی ہے میرا طریقہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا اور حجرہ کے اندر نہیں جاتا تھا اور نہ ہی چہرہ انور کے سامنے ہوتا تھا اس خیال سے کہ علماء کرام کا خیال ہے کہ زائر کو چاہیئے کہ میت کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو کرتا۔ باہر ہی سے سلام و نیاز کر کے آجاتا۔ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ اپنی قبر سے باہر آئیں آپ بڑے جلال و وقار والی تھیں۔ مجھے فرمایا۔

''اے بیٹے اللہ تیرے ادب کو زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب ام ایمن جنہوں نے آپ (ﷺ) کو پالا تھا اسکی وفات کے بعد زیارت کرتے تھے''۔ (زیارات الشام)

بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) سے ہوا۔ امام حسین (رضی اللہ عنہ) بی بی زینب کا بڑا احترام فرماتے جب کسی وقت ملاقات کے لئے تشریف لاتیں تو امام حسین (رضی اللہ عنہ) احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کربلا کے واقعات میں موجود ہیں ان کی شہادت کے بعد تمام کنبہ حسینی وغیرہ کو اس بی بی نے سنبھالا یہاں تک کہ انہیں کربلا سے شام پھر شام سے مدینہ پاک تک سب کو لے آئیں۔

بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) کے مزار میں بھی اختلاف ہے شیعہ مصنف اماکنے وزیارتے سوریا (شام) ص ۱۹ میں تین اقوال نقل کیے۔

(۱) جنت البقیع

(۲) قناطر السباع قاہرہ (مصر)

(۳) شام ''زینبیہ'' کے نام سے مشہور ہے

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بی بی زینب (رضی اللہ عنہا) مدینہ سے شام کیسے تشریف لائیں اسکا جواب شیعہ کرمانی لکھتا ہے کہ مروان بن عبدالملک کے دور میں قحط پڑا تو بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا کاروبار یہاں اچھا چل پڑا اسی دوران بی بی کا وصال ہوا اور اسی جگہ پر آپ مدفون ہوئیں۔ (بحوالہ اعیان الشیعہ، ص ۱۳۰، ج ۷)

﴿سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا﴾

تاریخ ومقام پیدائش۔ بمقام مدینہ شعبان ۶ ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء

تاریخ ومقام وفات مصر ۱۴ رجب ۶۲ ھ مطابق ۳۰ مارچ ۶۸۲ء

یہ امر واقعہ ہے کہ جناب رسول خدا (ﷺ) کی شہادت معنوی جناب امام حسین وامام حسن (رضی اللہ تعالیٰ

عنہما) کی شہادت سے ہوئی جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز (قدس سرہ) صاحب نے اپنی کتاب سرالشھادتین میں لکھا ہے امام حسن کی شہادت جناب امام حسین کی شہادت کا پیش خیمہ ہے اور امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت اور شہادت کے مقصد کی تکمیل سیدہ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے ہوئی ان کا صبر واستقلال درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا اور سب سے بڑی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ واقعہ کربلا کی عظمت وشہرت جو اس زمانہ میں ہوئی وہ سب سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کی وجہ سے ہوئی۔ ورنہ شامی تو یہ سمجھ رہے تھے، کہ ایک غیر مذہب والے باغی کو ہمارے بادشاہ یزید نے قتل کرایا ہے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق راستہ میں بازاروں میں، درباروں میں آپ لوگوں کو بتاتی آئی ہیں کہ تم نے کس کو قتل کیا ہے۔ اس کی عظمت اسلام میں کیا تھی۔ وہ ایک اسلام کا علم تھا جس کو تم نے سرنگوں کر دیا۔ ہدایت کا چراغ تھا جس کو تم نے گل کر دیا۔ اس کے نانا شفیع روز محشر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کو تم نے ہمیشہ کے لئے ناراض کر دیا اب کس کی شفاعت کا تم کو بھروسہ رہا۔

اس جگہ ہم صرف سیدہ زینب کے چند خطبات نقل کرتے ہیں۔ جب امام حسین (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے۔ اور خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ اولاد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیدی بنا کر لے جانے لگے تو عورتوں نے ان لشکریان یزید سے کہا کہ ہم کو قتل گاہ حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نہ لے جانا ورنہ عورتیں اور بچے تڑپیں گے۔ لیکن وہ لشکریان یزید ان مخدراتِ عصمت اور اولاد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل گاہ کی طرف سے لے چلے۔ جب وہاں پہنچے تو جناب امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی لاش مبارک کو دیکھ کر حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) نے اس طرح فریاد کی۔

و امحمد اہ صلے علیک ملیک السما ء ھذا احسینک مز مل با لد ماء مقطع الا عضا ء وبنا تک سبا یا الی اللہ المشتکی والی محمد ن المصطفے والی علی المر تضے الی فا طمة الز ھرا ء والی حمز ة سید الشھد اء

وا محمداہ ھذا حسین با لعراء تسفی علیہ ریح الصبا قتیل او لا د البغایا واحز ناہ واکر باہ یا اباعبد اللہ الیو م ما ت جد ی رسول اللہ یا اصحا ب محمد ھو لا ء ذ ر یتہ المصطفےٰ ، یسا قو ن سو ق السبایا .

ترجمہ: فریاد ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مالکِ آسمان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجے۔ یہ حسین خون آلود ریت پر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے اعضا پارہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں اسیر ہو رہی ہیں۔ خدا سے

شکایت ہے، محمد مصطفیٰ (ﷺ) سے شکایت ہے، علی مرتضیٰ سے شکایت ہے، اور حمزہ سید الشہداء سے شکایت ہے، فریاد ہے اے محمد (ﷺ) یہ حسین چٹیل میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان پر ہوانے خاک کی چادر اڑھائی ہوئی ہے۔ بدکار عورتوں کی اولاد نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ ہائے کیسا غم ہے۔ ہائے کیسا کرب ہے، آج میرے نانا رسول اللہ (ﷺ) نے انتقال فرمایا۔ اے اصحاب محمد (ﷺ) یہ لوگ ذریتِ مصطفیٰ جو قیدیوں کی طرح پھرائے جارہے ہیں۔

اس طرح بھی فریاد کی:

یا محمد اه بنا تک السبا یا وذر یتک مقتلة تسفی علیهم ریح الصبا ، وهذا حسین مجز وزا لر اس من القفا ، مسلو ب العما مة والرد ا ء با بی من اضحی عسکر ہ فی یو م الا ثنین نهبا با بی من فسطا طه مقطع العر یٰ بابی من لا غا ئب فیر تجی ولا جر یح فید اوی با بی من نفسی له الفد اء بابی من له الهموم حتی قضی بابی من هو العطشان حتی مضی بابی من شیبته تقطر با لد ماء با بی

من جده رسول اله السما ء با بی من هو سبط النبی الهد ی بابی محمد المصطفےٰ با بی فا طمة الز هر اء سیدة النسا ء با بی من ر دت له الشمس حتیٰ صلی.

ترجمہ: فریاد ہے اے محمد (ﷺ)! آپ کی بیٹیاں قید ہوگئیں اور آپ کی ذریت بے طرح قتل کی گئی۔ ان پر ہوا خاک کی چادر اُڑا رہی ہے۔ اور یہ حسین ہیں جن کا سر پسِ گردن سے کاٹا گیا ہے۔ ان کا عمامہ اور ردا لوٹ لی گئی۔ میرے باپ اس پر فدا جس کا لشکر دوشنبہ کے دن لوٹا گیا۔ میرے باپ اس پر قربان جس کے خیمہ کی طنابیں کاٹ ڈالی گئیں۔ میرے باپ اس پر نثار جو ایسا غائب نہیں ہے کہ اس کے واپس آنے کی امید کی جاسکے اور نہ ایسا زخمی ہے کہ جس کا علاج کیا جاسکے، میرے باپ اس پر فدا جس پر میری جان بھی قربان ہے۔ میرے باپ اس پر فدا جس کے حصہ میں غم ہی غم تھا۔ یہاں تک کہ اس نے قضا کی۔ میرے باپ اس پر نثار جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا۔ میرے باپ اس پر فدا جس کے نانا رسول اللہ (ﷺ) تھے۔ میرے باپ اس پر فدا جو نبی ہدیٰ کا نواسہ تھا۔ میرے باپ محمد مصطفےٰ (ﷺ) پر فدا میرے باپ خدیجہ کبریٰ پر نثار، میرے باپ علی مرتضیٰ پر قربان میرے باپ فاطمہ زہرا سیدۃ النسا پر فدا، میرے باپ اس پر فدا جس کی خاطر سے سورج کو لوٹایا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی۔

قافلۂ حسینی کوفہ میں

جب یہ قافلہ کوفہ میں پہنچا جہاں کے لوگ حضرت علی وحضرت امام حسین (رضی اللہ عنہما) سے غداری کر چکے تھے، اور حضرت مسلم (رضی اللہ عنہ) کو بلا کر اور ان سے بیعت کر کے ان کو تنہا چھوڑ دیا تھا، اور حضرت امیر المومنین کی لڑکیاں اور بیویاں ان بازاروں میں بے چادر ومقنعہ زنجیروں میں بندھی ہوئی لائی گئی ہیں، اور ان کو دیکھ کر لوگوں نے گریہ وزاری شروع کر دی، تو سیدہ زینب نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور پھر فرمایا۔

خطبۂ زینب رضی اللہ عنہا

الحمد للّٰہ و الصلوٰۃ علٰی محمد و الہٖ الطاھرین (اما بعد) یا اھل الکو فۃ

یا اھل الختل وا لغدر اتبکو ن فلا ر قأت الد معۃ و لا قطعت الر نۃ و لا ھدا ت

الز فر ۃ انمامثلکم کمثل التی نقضت غز لھا من بعد قو ۃ انکا ثا تتخذون ایما نکم دخلا بینکم

ھل فیکم الا الصلف والعجب والشنف والکذب و ملق الا ما ء و عمز الا عد اء او کمر عی

علےٰ دمنۃ او کفضۃ علےٰ ملحو دۃ الا ساء ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللّٰہ علیکم و فی العذا

ب انتم خٰلد ون ای اجل و اللّٰہ فا بکو ا فا نکم و اللّٰہ احق با لبکا ء فا بکو اکثیر ا وا ضحکو

اقلیلا فلقد

ذھبتم بعار ھا و شنا ر ھا و لن تر حضو ھا بعمل بعد ھا ابداوانٰی تر حضون قتل سلیل خا تم

النبو ۃ ومعدن الر سا لۃ و سید شباب اھل الجنۃ و ملا ذ حر بکم و معا ذ حز بکم و مقر

سلمکم وآ سی کلمکم و مفز ع نا ز لتکم وا لمرجع الیہ عند مقا لتکم ومد ر ۃ حججکم و منا

ر ۃ محجتکم الا سا ء ما قد مت لکم انفسکم و سا ء ما تز ر ون لیوم بعثکم فتعسا تعسا و

نکسا نکسیا لقد خا ب السعی وتبت الا ید ی و خسر ت الصفقۃ و بو تم بغضب من اللہ و ضر

بت علیکم الذلۃ وا لمسکنۃ اتدر و ن ویلکم ای کبد لمحمد ﷺ فر یتم وای عھد نکثتم و

ای کر یمۃ لہ ابر ز تم و ای حر مۃ لہ ھتکتم و ای دم لہ سفکتم لقد جئتم شیئاً اداتکا د

السمٰوات یتفطر ن منہ

و تنشق الا ر ض و تخر الجبا ل ھد القد جئتم بھا صلعآ ء عنقا ء سو ا ء فقما ء و فی بعضھا خر

قاء و شو ها ء طلا ع الا رض و السما ء افعجبتم ان قطر ت السما ء دما ولعذ اب الا خر ة اخزیٰ وانتم لا تنصر ون فلا یستخفنکم المهل فا نه عز وجل لا یحضره البد ار و لا یخا ف علیه فو ت الثا ر کلا ان ربکم لنا و لکم لبا المر صاد ثم انشا ء ت تقول:

ترجمہ: اے اہل کوفہ اے غدارو اے مکارو! ہم پر گریہ کر رہے ہو۔تمہارے آنسو کبھی نہ تھمیں اور تمہاری فریاد کبھی نہ ختم ہو۔تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو سوت اچھی طرح کاتنے کے بعد توڑ دیتی ہے۔تم نے بھی رشتۂ عہد کو توڑ ڈالا اور اصلی کفر کی طرف لوٹ گے۔کیا تم اپنی قسموں میں مکر وخیانت کو پیش نظر رکھے ہوئے ہو۔تم لوگوں میں صرف غلط دعوے ہیں اور تم سب کے سب عیب وکذب سے وابستہ ہو۔تم میں کنیزوں کی سی چاپلوسی اور دشمنوں کی سی غمازی ہے۔تمہاری مثال اس ہری گھاس کی سی ہے۔جو کوڑے پر لہلہا رہی ہو۔یا اس چاندی کی طرح ہے جس سے کوئی قبر سنواری گئی ہو۔تم نے اپنی آخرت کے لیے بہت خراب توشہ بھیجا ہے۔خدا کا غضب تمہارے لیے مہیا ہے۔اور تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے۔ارے تم ہم پر رو رہے ہو۔ہاں قسم بخدا بہت روؤ۔قسم بخدا تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم روتے رہو۔زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔یعنی خوشی تمہیں کم نصیب ہو۔عیب وننگ تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے۔اور اس ذلت کو تم اپنے سے کسی طرح دور نہیں کر سکتے۔اور کسی پانی سے اس دھبہ کو نہیں دھو سکتے۔اور تم کیونکر اس بات کی تلافی کر سکتے ہو کہ تم نے خاتم النبیین (ﷺ) کے جگر گوشہ اور جوانانِ جنت کے سردار کو شہید کر دیا ہے۔جو تمہاری جنگ میں تمہارا مقامِ امن تھا۔جو تمہارے گروہ کے لئے جائے پناہ اور تمہاری صلح کی جائے قرار تھا۔تم مباحثہ میں جس کی طرف رجوع کر سکتے تھے۔جو تمہاری دلیلوں کا معدن اور تمہارے دینی راستہ کا روشن کرنے والا تھا۔کتنے بڑے گناہ کے تم مرتکب ہوئے ہو۔رحمت خدا سے دور ہو گئے ہو تمہاری کوشش بیکار ہو کر رہ گئی۔تم دنیا وآخرت کے خسارے سے دوچار ہو گئے ہو۔عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے ہو۔اور ذلت وخواری کو تم نے اپنے لیے خرید لیا ہے۔اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو جناب رسالتمآب (ﷺ) کے کیسے جگر گوشہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

اور ان کے خانوادہ کی کیسی کیسی مخدرہ اور عفت مآب بی بیوں کو بے پردہ کر دیا۔ان کے کیسے برگزیدہ فرزندوں کا خون بہایا اور آنحضرت (ﷺ) کی کیا کیا حرمت ضائع کی۔ایسا قابل نفرت کام تم نے کیا ہے کہ جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں،تم نے ایسی بری حرکت کی ہے کہ جس نے زمین وآسمان کو گھیر لیا ہے۔تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے اس واقعہ پر خون

برسا (یہ تو فقط نشانی ہے) دیکھو عذاب آخرت تمہیں اس سے بھی زیادہ رسوا کرے گا اور کوئی تمہاری مدد نہ کرے گا۔ وہاں خدا کی نرمی اور مہلت تمہارے بوجھ کو ہلکا نہ کرے گی۔ (وہاں عذاب کے منتظر رہو) کیونکہ خداوند عالم عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ اسے وقت اور انتقام کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔ تمہارا پروردگار گنہگاروں کی گھات میں ہے ۔پھر سیدہ زینب نے یہ اشعار انشا فرمائے۔

(۱) ما ذا تقون اذ قال النبی لکم
ما ذا صنعتم وا نتم اخر الا مم

(۱) تم اس وقت کیا جواب دو گے جب پیغمبر خدا (ﷺ) تم سے کہیں گے کہ تم تو آخری اُمت (اُمتِ مرحومہ) ہو تم نے یہ کیا کیا۔

(۲) با ھل بیتی وا و لا دی و مکر متی
منھم اسا رٰی و منھم ضر جو بد م

(۲) میرے اہلبیت و میری اولاد میری حرمت کے ساتھ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔

(۳) ما کان ذلک جزا ئی اذا نصحت نکم
ان تخلفو نی بسوء فی ذوی رحم

(۳) یہ تو صلہ نہ تھا میری نصیحت و رسالت و اصلاح کا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا کہ تم میرے بعد میرے قرابتداروں کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتے۔

(۴) انی لا خشیٰ علیکم ان یحل بکم
مثل العذا ب الذی اودیٰ علٰی ارم

(۴) میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جس نے ارم و شداد والوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔

﴿سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تقریر کا اثر﴾

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کی یہ تقریر سن کر لوگ دھاڑیں مار کر روتے تھے۔ بشر بن خزیم اسدی کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ یہ تقریر سن کر زن و پسر مردہ کی طرح روتے تھے۔ اور دانتوں سے اپنی انگلیاں چباتے تھے۔ ایک شخص ضعیف میرے پاس کھڑا تھا وہ کہنے لگا۔ با بی وا می کھو لھم خیر الکھول و شبا بھم خیر

شباب و نسلهم نسل کریم و فضلم فضل عظیم ۔یعنی میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں ان کے بڑھے لوگ دنیا کے بڈھوں اور جوان لوگ دنیا کے جوانوں سے بہتر ہیں۔ان کی نسل بزرگ ہے اور ان کا فضل عظیم ہے۔

جب جوشِ گریہ زیادہ ہوا تو جناب حضرت زین العابدین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ پھوپھی بس اب خاموش ہو جاؤ۔ماضی سے جو بچ گیا ہے اس پر بس کرو۔خدا کا شکر کہ آپ ایسی عالمہ ہیں کہ جس کو کسی انسان نے علم نہیں دیا۔اور آپ عقلمند ہیں بغیر دانائی سکھانے والے کے۔اور فرمایا کہ ان البکاء والحنین لا یر دا ن من قد ابا ده الد هر ۔یعنی گریہ وزاری ان لوگوں کو واپس نہیں لے آتی جن کو زمانہ فنا کر چکا ہے۔

سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کی جرأت و بے باکی ضرب المثل بن گئی کہ قافلۂ حسینی کوکوفہ سے دمشق میں لے آئیں اور جگہ جگہ عوام وخواص کو سانحۂ کربلا واضح طور بیان فرماتی رہیں۔اتنا طویل سفر طے کر کے جب قافلہ دمشق پہنچا تو یزید قافلہ سے ملاقات کا خواہاں ہوا قافلہ کی سالار سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) نے یزید جیسے ظالم و جابر کے سامنے برملا اسکے ظلم وستم کی داستان سنادی جو مندرج ذیل من وعن حاضر ہے۔

خطبۂ زینب در مجلس یزید

یہ وہ خطبہ ہے جس نے دنیا کے سامنے ثابت کر دیا کہ حق ہمیشہ حکومت کی سطوت اور طاقت پر غالب رہتا ہے۔اور دنیا کی کوئی طاقت اہلِ حق کو نہیں دبا سکتی۔کل کی بات تھی کہ حکومت نے اپنا سارا زور لگا کر کربلا کے میدان میں اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کیا تھا۔اور اس ہی خاندان کے تمام افراد شہید ہو گئے۔مال واسباب جو کچھ تھا لٹ گیا۔بظاہر دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ تھی جس حاکم کے حکم سے یہ ساری مصیبتیں آئی تھیں وہ ہی اپنے پورے شان وشوکت کے ساتھ مسند زریں پر بیٹھا ہوا ہے۔اور اس کے اردگرد ننگی تلواریں لیئے ہوئے اس کے سپاہی کھڑے ہیں۔اس حاکم کے سامنے چند کمزور اور نحیف بے کس قیدیوں کی لائن زنجیروں میں جکڑی ہوئی کھڑی ہے۔ان کے سب مرد رشتہ دار کربلا میں کام آئے اور اب بظاہر دنیا میں یہ کسی کو اپنا مونس و ناصر نہیں پاتے۔اس حاکمِ وقت نے چند ناجائز حرکات کیں، زبان سے غرور آمیز کلمے نکالے جو ایک بے کس وغریب ونزار عورت نے سنے۔جس کے سب عزیز بھائی اور جس کے اپنے بچے بھتیجے سب میدانِ کربلا میں شہید ہو چکے تھے۔دنیاوی جرأت وہمت کا آخری قطرہ ایسی عورت کے بدن سے نکل جاتا ہے۔لیکن اس عورت نے جس نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا دودھ پیا تھا۔علی (رضی اللہ عنہ) کی گود میں پرورش پائی تھی،اور جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان چوسی تھی، یہ کلمات ناحق سنے اور تاب نہ لاسکی۔حق کی طاقت کے زور

پر اور ہر حالت میں غالب رہنے والی جرأت کے ساتھ یہ تقریر فرمائی:

الحمد للّٰہ رب العا لمین وصلے اللّٰہ علےٰ رسولہ وآلہ اجمعین صد ق اللّٰہ کذ الک (ثم کا ن عا قبۃ الذین اسا ؤ ا لسو ء ان کذ بو ابا یا ت اللّٰہ و کا نو بھا یستھز ء ون)تقول اظننت یا یز ید حیث اخذ ت علینا اقطار الا رض و آفا ق السما ء فا صبحنا نسا ق کما تسا ق الا سا ریٰ ان بنا علے اللّٰہ ھو انا وبک علیہ کر ا مۃ و ان ذلک لعظم خطر ک عندہ فشیخت با نفکو نظر ت فی عطفک جد لا ن مسر و ر احین رایت الدنیا لک مستو سقۃ وا لا مو ر متسقۃ حین صفا لک ملکنا و سلطا ننا مھلاً مھلا انسیت قو ل اللّٰہ (و لا یحسبن الذین کفر و انھا نملی لھم خیر لا نفسھم انما نملی لھم لیزد ادو اثما ولھم عذاب مھین) امن العدل یا ابن الطلقاء تخذ یر ک حر ائر ک وا ما ئک فی سو قک بنا ت رسول اللّٰہ ﷺ سبا یا قد ھتکت ستو ر ھن و ابد یت و جو ھھن تحد ر بھن الا عد ا ء من بلد الیٰ بلدو یستشر فھن اھل المنا ھل و المنا قل ویتصفح وجو ھھن القر یب و ا لبعید وا لد نی والشریف لیس لھن من رجا لھن ولی ولا من حما تھن حمی وکیف یر تجیٰ مر ا قبۃ ابن من لفظفوہ اکبار الا ز کیا ء و نبت لحمۂ بد ما ء الشھد اء وکیف یستبطا ء فی بغضنا اھل البیت من نظر الینا با لشنف وا لشنان وا لا حن والا ضغا ن ثم تقو ل غیر متا ثم و لا مستعظم لا ھلو وا ستھلو افر حا ثم قا لو یا یز ید لا تشل متنحیا علےٰ تنا یا ابی عبد اللّٰہ سید شباب اھل الجنۃتنکتھا بمحضر تک وکیف لا تقول ذلک و لقد نکا ت القر حۃ و ا ستا صلت الشا فتہ بار اقتک دما ء ذر یۃ محمد و نجوم الا رض من آل عبد المطلب و تھتف با شیا خک ز عمت انک تنا دیھم فلتر دن وشیکا مو ردھم ولتو دن انک شللت و بکمت ولم تکن قلت ما قلت و فعلت ما فعلت اللھم خذ بحقنا و انتقم من ظا لمنا و احلل غضبک بمن صفک دما ئنا و قتل حما تنا فو اللّٰہ ما فر یت الا جلد ک ولا حز ز ت الا لحمک ولتر دن علےٰ رسول اللّٰہ بما تحملت من سفک دما ء ذر یتہ و انتھکت من حر متہ فی عتر تہ ولحمتہ حیث یجمع اللّٰہ شملھم ویلم شعثھم ویا خذ بحقھم (و لا تحسبن الذین قتلو افی سبیل اللّٰہ امو اتا بل احیا ء عند ربھم یر ز قو ن) حسبک باللّٰہ حا کما ً و بمحمد

خصیماً وبجبر ئیل ظهیر او سیعلم من سویٰ لک و مکنک من ر قا ب المسلمین بئس للظٰلمین بد لا و ایکم شر مکا نا و اضعف جند او لئن جر ت علی الد و ھی مکا طبتک انی لا ستصغر قد ر ک و استعظم تقر یعک و استکبر تو بیخک لکن العیو ن عبریٰ والصدور حریٰ الا فالعجب کل العجب لقتل حز ب اللّٰہ النجبا ء و بحز ب الشیطان الطلقا ء فھٰذہ الا ید ی تنطف من دما ئنا والا فو ا ہ تخلب من لحو منا و تلک الجثث الطو ا ھر الز وا کی تنتا بھا العو اسل و تعفر ھا مھا ت الفراعل ولئن اتخذ تنا مغنماً لتجد نا و شیکا مغر ما حین لا تجد الا ما قد مت ید اک و ما ربک بظلام للعبید ھا الی اللّٰہ المشتکٰی وعلیہ المعول فکد کید ک و اسع سعیک و نا صب جھد فو اللّٰہ لا تمحوا ذکر نا ولا تمیت وحینا ولا تد ر ک امد نا ولا ید حض عنک عا رھا وھل ر ایک الا فند وایا مک الا عد و و جمعک الا بد د یوم ینا دی لمنا دی الا لعنۃ اللّٰہ علےٰ الظا لمین . فالحمد للّٰہ الذی ختم لا وّلنا با لسعا د ۃ واٰ خر نا با لشھا د ۃ وا لر حمۃ ونسئل اللّٰہ ان یکمل لھم الثو ا ب و یو جب لھم المز ید و یحسن علینا الخلا فۃ انہ رحیم و دو دوحسبنا اللّٰہ ونعم الو کیل۔

ترجمہ: حمد ہے واسطے رب العالمین کے۔ صلوٰۃ و درود ہے اس کے رسول (ﷺ) پر اور ان کی آل پر۔ خداوند تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر برا ہوا انجام ان لوگوں کا جو برائی کرتے تھے خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے۔ اور ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔'' اے یزید تو نے ہم پر ناکہ ناکہ بند کر دیا۔ آسمان کی فضاء تنگ کر دی۔ یہاں تک کہ اہلبیت کی مخدرات عصمت کو قید کر کے دیار بہ دیار پھرایا۔ اس وجہ سے کیا تجھے یہ گمان ہو گیا ہے کہ ہم خدا کے نزدیک ذلیل و خوار ہیں اور تو اس کی نظر میں مکرم ہے۔؟ اور تیرا یہ ظلم جو ہم پر گذرا ہے تو کیا یہ خیال کرتا ہے کہ تجھے اس کی بارگاہ میں شان و منزلت حاصل ہو گئی ہے۔ اور تو اس گمان بد کے سبب متکبروں کی طرح ماتھے پر شکن ڈالتا ہے اور دائیں بائیں متکبرانہ انداز سے دیکھ رہا ہے۔ خوشی سے اپنے شانوں کو حرکت دے رہا ہے۔ اور اترا اترا کر کولے مٹکا رہا ہے۔ اور اس پر خوش ہے کہ تو نے دنیا کو اپنے لئے ہموار پایا ہے اور اپنے کام درست کر لئے ہیں اور ہماری مملکت و سلطنت تجھ کو بے خار و خلش مل گئی ہے۔ جلدی نہ کر، ذرا دم لے۔ کیا تو نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے'' زنہار یہ گمان نہ کر کہ میں نے کفار کو مہلت دے دی ہے، اور جو کچھ انکو یہ ڈھیل ہے یہ خیر ہے۔ بلکہ ہم اس کو زمانہ دراز تک چھوڑ رکھتے ہیں تا کہ

ان کا گناہ اور بڑھے۔ اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب موجود ہے۔'' (۳۔۱۷۸) اے طلقاء کے بیٹے (فتح مکہ کے دن رسول خدا (ﷺ) نے ابوسفیان وغیرہ کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ اذ ھبو افا نتم الطلقاء جاؤتم آزاد غلام ہو۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔) کیا یہ تیرا عدل وانصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردے میں رکھا ہے اور دختران پیغمبر کو اسیر کر کے تشہیر کرایا ہے۔ ان کی حرمت ضائع کر دی ہے۔ ان کو سر برہنہ کر دیا ہے۔ دشمنوں نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں انہیں پھرایا ہے۔ لوگ ان کے چہروں پر نظر کرتے ہیں۔ اور دور و نزدیک کے لوگ، شریف اور کمینے سب ان کے رخساروں کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں۔ اس پر مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کے ساتھ کوئی ان کی حمایت کرنے والا بااختیار مرد نہیں ہے۔ ہاں اس شخص سے کیوں کر مراعات کی امید کی جائے جس کے بزرگوں (یزید لعین کی دادی) کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کا جگر چبا کے تھوکا ہو اور جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے پرورش یافتہ ہو کیوں یہ حالت نہ ہو۔ جو ہمیں بغض و دشمنی اور کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ دشمنی کرنے میں کیا کمی کرے گا۔ اے یزید لعین پھر تو بغیر گناہ اور امر عظیم کا خیال کئے ہوئے اپنے بزرگوں کو یاد کر کے کہتا ہے لاھلو اواستملو فرحاثم قالو الایزید لاتشتل (میرے نزدیک یہ منظر دیکھ کر خوشی سے اُچھل پڑتے اور کہہ اُٹھتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو) حالانکہ سردار جوانانِ جنت ابوعبداللہ الحسین کے دانتوں سے تو بے ادبی کر رہا ہے۔ اے یزید تو کیوں نہ خوش ہو۔ ایسے کلام زبان پر کیوں نہ لائے۔ اس لئے کہ تو نے زخم کو گہرا کر دیا ہے۔ اور شجرۂ طیبہ کو اس کی جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا ہے۔ یعنی ذرّیتِ محمد (ﷺ) کا خون بہایا ہے۔ اور آلِ محمد اور اولاد عبدالمطلب کے ان افراد کو جو مثل ستارہ ہائے زمین تھے قتل کر ڈالا ہے اور اپنے اسلاف کو اپنی اس کامیابی پر صدا دے رہا ہے۔ پس تو عنقریب ان سے ملحق ہوگا۔ اور اُس وقت آرزو کرے گا کہ کاش دنیا میں نہ تیرے ہاتھ ہوتے اور نہ تیری زبان ہوتی تاکہ تو نے جو کچھ کیا وہ نہ کرتا، اور جو کچھ تو نے کہا وہ نہ کہتا۔ اس کے بعد اس معظمہ نے آسمان کی جانب رُخ کر کے عرض کی کہ میرے معبود! میرے حق کا بدلہ ظالموں سے لے اور ستمگاروں سے خود انتقام لے اور اُس پر اپنا غضب نازل کر جس نے ہمارا خون بہایا، اور ہمارے جوانوں کو تہ تیغ کیا۔ اے یزید قسم بخدا جو کچھ ظلم تو نے کیا ہے وہ اپنے ساتھ کیا ہے۔ تو نے اپنی ہی کھال چاک کی ہے، اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے۔ تو رسول خدا (ﷺ) کے حضور میں بصورت مجرم لایا جائے گا کہ تو نے اُن کی ذریت کا خون بہایا ہے اور ان کی عترت اور پارہ ہائے جگر کے ناموس کی ہتک حُرمت کی ہے۔ اُس وقت خداوند عالم ان کی پریشانی کو دُور کرے گا، ان کی پراگندگی کو مبدل بہ سکون کرے گا، اور ستمگاروں سے ان کا حق لے گا۔ تو ہرگز گمان نہ کر کہ کُشتگانِ راہِ خدا مُردہ ہیں۔

بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں طرح طرح کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہیں۔ اور خدا کا انصاف کرنا، پیغمبر خدا (ﷺ) کا تجھ سے دعویدار ہونا، اور جبرئیل علیہ السلام کا ان کی ذریت کی مدد کے لئے مُستعد ہونا تیری سزا کے لئے کافی ہے۔ عنقریب وہ شخص جس نے تیرے لئے بساط سلطنت بچھائی تھی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا تھا، بہت جلد معلوم کرلے گا کہ ظالموں کا بدلہ بُرا ہوتا ہے۔ اور جائے قیام کے اعتبار سے تم میں سے کون بدتر ہے اور کس کے اعوان و مددگار ضعیف تر ہیں۔ اگرچہ گردشِ زمانہ اور حوادثِ روزگار نے مجھے تجھ سے ہمکلام کردیا ہے۔ یا اگر تجھ سے اس دلیری سے ہمکلام ہونا مجھ پر سِتم پر سِتم ڈھائے۔ پھر بھی میں تجھ کو حقیر ہی سمجھتی ہوں اور سمجھتی رہوں گی۔ اور میں اپنی سرزنش اور شماتت کو جو تو ہمارے ساتھ عمل میں لا رہا ہے بہت عظیم جانتی ہوں اور جانتی رہوں گی۔ افسوس ہے کہ آنکھیں گریاں ہیں، اور سینے آتشِ غم سے جل رہے ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ رحمان کا لشکر شیطان کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ ہمارا خون ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ابھی تک ٹپک رہا ہے اور ان کے دہنوں سے ہمارے گوشت کی رطوبت جاری ہے اور صحرا کے بھیڑیئے ان پاکیزہ اجساد کا طواف کررہے ہیں۔ اے یزید لعین اگر تو نے آج ہم کو تباہ کرکے غنیمت پائی ہے تو کل قیامت کے دن خسارے میں پڑے گا جب کہ تو سوائے اپنے اعمالِ بد کے اور کوئی چیز وہاں نہ پائے گا۔ حق تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ خدا ہی سے شکایت ہے، اور اُسی پر اعتماد ہے۔ اے یزید لعین جتنا کید و مکر چاہے کئے جا، اور اپنی کوشش سے باز نہ آ۔ اور ستم کو اپنا نصب العین بنالے۔ لیکن قسم بخدا تو ہمارا ذکر صفحۂ جہان سے محو نہیں کرسکتا، اور اس واقعہ کا ننگ و عار تجھ سے دُھل نہیں سکتا۔ تیری رائے سُست ہے اور تیری زندگی صرف گِنے ہوئے دِن ہیں، اور تیرا ذخیرہ اس دِن صرف پریشانی ہوگی جس دن منادی ندا کرے گا ظالموں پر خدا کی لعنت۔'' خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمارے اوّل (محمد مصطفیٰ (ﷺ)) کو سعادت سے بہرہ اندوز کیا اور ہمارے آخر (حسین رضی اللہ عنہ کو) شہادت کا فخر عطا فرمایا۔ میں خدا سے دُعا کرتی ہوں کہ ہمارے شہداء کا ثواب مکمل کرے ان کے اجر کو زیادہ کرے اور ہمارے بقیہ افراد کے حالات کی درستی اور اصلاح میں احسان فرمائے وہ بخشنے والا مہربان ہے اور ہر لحاظ سے وہی بہترین کارساز ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کے اکیس (۲۱) صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) صاحبزادیاں تھیں (**علی الاختلاف**) لیکن جن کی دنیا بھر میں اولاد پھیلی وہ صرف پانچ ہیں:

(۱)امام حسن (۲)امام حسین (۳)امام محمد بن الحنفیہ (۴)عباس ابن الکلابیہ (۵)عمر بن التغلبیہ

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے پانچ صاحبزادے وصاحبزادیاں پیدا ہوئے (۱)امام حسن (۲)امام حسین (۳)امام محسن (۴)ام کلثوم (۵)زینب۔(رضی اللہ عنہم اجمعین)

تفصیل اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا

(۱)حضرت محسن تو عالم دنیا کی ہوا کھانے سے پہلے ہی راہی ملک بقا ہوئے۔

(۲)حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کی اولاد بکثرت پھیلی۔

بی بی اُم کلثوم کا نکاح سیدنا عمر بن الخطاب (فاروق اعظم خلیفہ ثانی)(رضی اللہ عنہ) سے ہوا اور ان سے ایک صاحبزادہ زید اور ایک صاحبزادی رقیہ (رضی اللہ عنہما) پیدا ہوئے پھر ان کا نکاح (فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کے وصال کے بعد) آپ کے چچازاد حضرت عون بن جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما) سے ہوا ان کی وفات کے بعد ان بی بی کا نکاح حضرت عون کے بھائی محمد سے ہوا ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر سے نکاح ہوا اور انہی کے نکاح کے دوران بی بی کا وصال ہو گیا اور ان مؤخر الذکر شوہروں سے بی بی کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

تفصیل اولاد زینب بنت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما از سیدہ فاطمہ

بی بی زینت (رضی اللہ عنہا) کا نکاح اپنے عمزاد حضرت عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہ) سے ہوا اس سے یہ اولاد ہوئی۔

(۱)علی (۲)عون اکبر (۳)عباس (۴)محمد (۵)اُم کلثوم (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔(طبقات ابن سعد)

فائدہ: بی بی زینب کی اولاد مذکورہ دنیا بھر میں پھیلی اور ہم انہی کے متعلق اسی باب میں چند امور عرض کریں گے۔

(۱) بالا جماع یہ حضرات بھی آل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ آل النبی بنو ہاشم و بنو المطلب سے جملہ اہل ایمان کا نام ہے چنانچہ حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبافقال اذکر کم اللہ فی اهل بیتی ثلاثا .

حضور علیہ السلام خطبہ (تقریر) کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا میں تمہیں اپنے اہل بیت کے لئے خصوصی نصیحت فرماتا ہوں یہ تین بار فرمایا۔

حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت کون ہیں انہوں نے فرمایا:

اهل بيته من حرم الصدقة بعده قيل ومن هم قال آل علی وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس ۔(رواہ مسلم والنسائی)

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت وہ حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے عرض کی گئی وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(۲) اولاد زینب (رضی اللہ عنہ م) بھی بالاجماع حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذریات اور اولاد ہے اور یہ پہلی وجہ سے اخص ہے امام بغوی (رحمہ اللہ) نے التہذیب میں لکھا کہ

اولاد بنات الانسان لاينبون اليه وانكا لوا معدودين فى ذرية حتى لو اوصىٰ لاولا د فلان يد خل فيه ولد البنت۔

انسان کی لڑکی کی اولاد اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اگر چہ اس کی ذریہ کہی جا سکتی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے اولاد فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کی تو اس میں بنت (لڑکی) کی اولاد وصیت میں داخل ہوگی۔

(۳) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اولاد زینب بھی اولاد حسنین میں اس قانون میں شریک ہے یا نہیں؟ کہ وہ اولاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے منسوب ہیں۔ اس کا جواب نفی میں ہے اور یہ وجہ اس وجہ (جو پہلے گذری ہے) سے اخص ہے۔

فائدہ: فقہاء کرام نے اولاد حقیقی اور اس کے مابین فرق کیا ہے جو کسی انسان کی طرف منسوب ہو اسی لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ (وقفت علیٰ اولادی) میں نے اپنی اولاد پر فلاں شے وقف کی) تو اس وقف میں لڑکی کی اولاد بھی داخل ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اس اولاد پر وقف کیا جو میری طرف منسوب ہے تو اس وقف میں اس کی لڑکی کی اولاد داخل نہ ہوگی۔

فائدہ: فقہاء کرام نے حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خصائص میں شمار فرمایا ہے کہ آپ کی بنات کی اولاد تو آپ کی طرف منسوب ہے لیکن آپ کی بنات کی بنات کی اولاد کے متعلق فقہاء نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

تو یہ خصوصیت صرف بنات الاولاد کے طبقہ علیا کے ساتھ مخصوص ہے اور بس۔ اسی معنی پر حضرت سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے چار صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی اولاد حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب ہے مثلاً اولاد

حسنین اپنے باپوں کی طرف بھی منسوب ہے اور حضور سرور عالم (ﷺ) کی طرف بھی لیکن اولادِ زینب و اولادِ اُم کلثوم اپنے باپوں عمرو عبداللہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف منسوب ہوں گی نہ کہ اپنی ماؤں کی طرف اور نہ ہی حضور سرور عالم (ﷺ) کی طرف۔ اس لئے کہ وہ آپ کی بنت البنت کی اولاد ہے نہ کہ بنت کی تو ان میں مشہور قاعدہ شرعیہ جاری ہوگا کہ ہر اولاد اپنے باپ سے منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف۔ سوائے اولادِ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے کہ یہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ صرف انہی کا خاصہ ہے کہ وہ حضور سرور عالم (ﷺ) کی طرف منسوب ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور یہ استثناء صرف اور صرف حسنین کی اولاد کے لئے ہے اور بس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اولاد الحسنین کے متعلق احادیث مبارکہ

(۱) حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

لکل بنی ام عصبة الا ابنی فاطمه انا ولیهما و عصبتهما . (الحاکم فی المستدرک)

ہر بنی اُم کے لئے عصبہ ضروری ہے سوائے فاطمہ کے دو بیٹوں کے انکا ولی وعصبہ میں ہوں۔

(۲) سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے مروی کہ رسول اکرم (ﷺ) نے فرمایا:

لکل بنی ام عصبة الا ابنی فاطمه انا ولیهما و عصبتهما . (رواہ ابو یعلٰی فی مسنده)

ہر بنی اُم کے لئے عصبہ ضروری سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے کہ انکا ولی وعصبہ میں ہوں۔

فائدہ: حدیث شریف کے الفاظ پر غور فرمایئے کہ حضور نبی پاک (ﷺ) نے کیسے صاف الفاظ میں تصریح فرمائی ہے کہ صرف اولاد الحسنین ہی ان سے منسوب ہے اور آپ صرف انہی کے عصبہ ہیں اور بس یہاں تک کہ ان کی ہمشیرگان کی اولاد بھی اس خصوصیت میں شامل نہیں اسی لئے کہ وہ اپنے آباء کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسی لئے اسلاف و اخلاف سب متفق ہیں کہ ہر سیدزادی کی اولاد سید نہیں ہوتی۔ اگر خصوصیت مذکورہ عام ہوتی تو ہر سیدزادی کی ہر طرح کی اولاد پر صدقہ حرام ہوتا۔

جب کہ اس کا باپ غیر سید ہو (یعنی قریشی وغیرہ) اسی لئے حضور نبی پاک (ﷺ) نے ابنی فاطمه (فاطمہ کے دونوں صاحبزادے) کی قید لگائی ہے فلہٰذا سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد کے سوا یہ خصوصیت اور کسی کو نصیب نہیں یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ کلاں سیدہ زینب (رضی اللہ عنہا) کو بھی۔ وہ اسی لئے کہ سیدہ زینب بنت رسول اللہ

(ﷺ) نے اپنی وفات کے بعد نرینہ اولاد نہیں چھوڑی کہ جسے حسنین (رضی اللہ عنہما) کا ہم لقب (سید) کہا جائے۔ ہاں بی بی زینب بنت رسول اللہ (ﷺ) کی ایک صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص بن الربیع (رضی اللہ عنہا) تھیں لیکن رسول اللہ (ﷺ) نے ان پر یہ حکم جاری نہیں فرمایا حالانکہ وہ (امامہ بنت زینب (رضی اللہ عنہما) حضور سرورِ کونین (ﷺ) کے زمانۂ اقدس میں موجود (زندہ) تھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول (ﷺ) کی طرف منسوب نہیں ہوسکتیں۔

اس لئے کہ بی بی امامہ آپ کی صاحبزادی نہیں بلکہ صاحبزادی کی صاحبزادی ہیں۔ ہاں خود بی بی زینب رسول اکرم (ﷺ) کی طرف منسوب ہیں اس لئے کہ آپ (ﷺ) کی بلا واسطہ صاحبزادی ہیں۔ ہاں آپ کی نرینہ اولاد ہوتی تو بھی وہ حضور (ﷺ) کی طرف منسوب ہوتی اور اس کا حکم بھی حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) جیسا ہوتا وہ یہی کہ جیسے حسنین کی اولاد حضور (ﷺ) کی طرف منسوب ہے ایسے ہی بی بی زینب کی نرینہ اولاد بھی آپ کی طرف منسوب ہوتی۔

فائدہ: اس مسئلہ میں امام سیوطی کا آخری فیصلہ ہے لیکن بعض لوگ آپ کے معاصرین اس کے خلاف باتیں تو بناتے ہیں لیکن ان کے پاس کوئی ٹھوس اور مضبوط دلیل نہ تھی جو امام سیوطی (رحمہ اللہ) کے موقف کے خلاف پیش کی جاتی۔ (الزرنبیہ)

(۴) سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اولاد زینب کو بھی اشراف (سادات) کہا جاسکتا ہے یا نہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ شریف (سید) صدر اوّل (دورِ اوّل) میں اہلبیت کے ہر فرد کو کہا جاتا تھا وہ حسنی ہو یا حسینی، علوی ہو یا از اولاد محمد بن الحنفیہ یہاں تک کہ حضرت علی المرتضی (رضی اللہ عنہ) کی تمام اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد اشراف (سادات) سے ملقب تھی بلکہ اولاد علی کے علاوہ اولاد جعفر و عقیل اور عباس (رضی اللہ عنہم) کو بھی اشراف (سادات) سے پکارا جاتا۔ اور تاریخ الذھبی ایسے القابات سے مالا مال ہے مثلاً وہ ان کے تراجم و تعارف میں جا بجا لکھتے ہیں: الشریف العباسی، الشریف العقیلی، الشریف الجعفری، الشریف الزینبی. لیکن جب سے بنو فاطمہ کا مصر پر تسلط ہوا تو انہوں نے یہ لقب صرف اور صرف حسنین کی اولاد سے مخصوص کر دیا جو آج تک (تا زمانۂ سیوطی اور تا حال ۱۴۲۵ھ) یہ عرف اسی طرح رائج ہے۔

فائدہ: حضرت حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے کتاب الالقاب میں لکھا کہ: الشریف به بغداد لقب لکل

عباسی وبمصر لقب لکل علوی۔شریف (سید) بغداد میں ہر عباسی کا اور مصر میں ہر علوی کا لقب ہے۔

فائدہ: اس میں شک نہیں کہ قدیمی اصطلاح ہی اولیٰ ہے بہ نسبت جدید اصطلاح کے یعنی قدیم اصطلاح پر ہر علوی وجعفری وعقیلی وعباسی پر اشراف (سادات) کا اطلاق ہوتا جیسے امام ذہبی (رحمہ اللہ) نے کیا ہے اور ہمارے اصحاب شوافع میں امام الماوردی اور قاضی ابو یعلیٰ بن الفراء حنابلہ میں سے کیا ہے ان دونوں حضرات نے الاحکام السلطانیہ میں تصریح کی ہے۔ایسے ہی ابن المالک کا قول الفیہ میں ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و آله المستكملين الشرفاء فلا ريب انه يطلق على ذرية زينب المذكورين اشراف.

اور آپ کی اولاد کاملین شرفاء (سادات) تو اس میں شک نہیں کہ اس لقب اشراف کا زینب کی مذکورہ اولاد پر اطلاق ہو۔

اور امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان حضرات کے تراجم میں بار بار لکھا"الشریف الزینبی" وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اہل مصر کے لفظ شریف کے اطلاقات کے کئی قسم ہیں۔

(i) تمام اہل بیت شریف (سیّد) ہیں (ii) صرف ذریۃ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لفظ شریف (سید) خاص ہے اس میں زینبیہ (اولاد زینب بھی شامل ہے لیکن اس سے بھی زیادہ خاص وہ ہیں جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منسوب ہیں صرف وہی شریف (سید) ہیں یعنی حسنین کی اولاد سے (یہ لفظ) خاص ہے اور بس۔

(۵) اولاد فاطمہ بالاجماع ذوی القربیٰ کے حصہ لینے کے مستحق ہیں (۶) برکۃ الحبش کے اوقات کی بھی اولاد زینب بالاجماع مستحق ہے حالانکہ برکۃ الحبش صرف حسنین کی اولاد پر وقف نہ تھی بلکہ اس کے دو حصے ہوتے تھے ایک حصہ اولاد الحسنین کو یہی اشراف کہلاتے دوسرا حصہ طالبین پر یعنی باقی جملہ اولاد علی (رضی اللہ عنہم) یعنی اولاد ابن الحنفیہ اور اس کے برادران کی اولاد ایسے ہی اولاد جعفر بن ابی طالب اور ذریۃ عقیل بن ابی طالب (۷) اسی طرح کی وقف کی تقسیم قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بدرالدین یوسف النخلوی سے ۱۲ ربیع الآخر ۶۴۰ھ میں ثابت ہے اور اس کے ساتھ اس کا ثبوت شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام سے ۱۹ ربیع الآخر سن مذکور میں ثابت ہے ایسے ہی قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بدرالدین بن جماعت سے ثابت ہے (ایقاظ المتامل لابن المتوج)

(۸) کیا سبز لباس سے یہی لقب (سیّد) مخصوص تھا اس کا جواب یہ ہے کہ لباس سبز سے لقب کی شرعاً کوئی تخصیص ثابت نہیں نہ ہی احادیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ زمانہ قدیم میں اس کے متعلق کوئی روایت ملتی ہے بلکہ سبز لباس

اشراف (سادات) کے لئے ۷۷۳ھ کی ایجاد ہے جو ملک اشرف شعبان بن حسین کے حکم سے اس کا آغاز ہوا اس پر شعراء نے طویل قصیدے اور اشعار لکھے جن کا لکھنا تطویل لاطائل (بے سود) ہے ان اشعار میں سے یہ اشعار ابو عبداللہ بن جابر اندلسی (نابینا) کے ہیں یہ بزرگ شرح الفیہ کے مصنف اور اعمٰی وبصیر کے نام سے مشہور تھے۔

جعلو الابناء الرسول علامة ان العلامة شان من لم يشتهر نور النبوة فى وسيم وجوههم يعنى الشريف عن الطراز الاخضر .

ترجمہ: ابناء الرسول کی ایک علامت مقرر کرتے ہیں اس لئے کہ علامت اس کی ہوتی ہے جو غیر مشہور ہو۔ نور نبوت ان کے چہروں سے نمایاں ہے اس علامت سے انہیں سبز لباس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اور ادیب شمس الدین محمد بن ابراہیم الدمشقی نے فرمایا۔

اطراف تيجان اتت من سندس خضربا علام على الاشراف والا شرف السلطان خصصهم بها شرفاً ليعرفهم من الاطراف .

ترجمہ: تاج کے کنارے سبز سندس کے ہیں اور یہ نشان اشراف (سادات) کے لئے ہے اور یہ نشان انہیں اشرف سلطان نے ان کی شرافت کے پیش نظر مقرر فرمایا تاکہ زمانہ بھر میں یہ حضرات معروف ہوں۔

فائدہ: ایک فقیہہ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ علامت بدعت مباحہ نہیں اس سے کسی کو روکا جائے کوئی شریف (سیّد) سبز لباس پہنے یا غیر شریف اور نہ اس کے تارک کو اس پر مجبور کیا جائے وہ شریف (سیّد) ہو یا غیر شریف کوئی بھی سبز لباس پہنے یا نہ پہنے نہ کسی کو حکم ہو نہ کسی کو ممانعت یہ کوئی شرعی معاملہ نہیں۔ اس لئے کہ تمام لوگ نسب کے لحاظ سے مضبوط ہیں اور ہر ایک قبیلہ کی نسب مشہور و معروف اور ثابت ہے اور لباس کی خاص علامت شرعاً وارد نہیں کہ جس کے لئے اباحت یا ممانعت کا فتویٰ صادر کیا جاسکے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ بادشاہ مذکور نے اشراف (سادات) کو دوسری اقوام سے امتیاز کے خیال پر یہ حکم جاری کیا تو یہ جائز ہے کہ یہ لباس ان سے خاص ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کی اولاد کی حیثیت سے منسوب ہیں اور وہ ہیں اولاد الحسنین (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور یہ بھی جائز ہے کہ اس لباس کو عام رکھا جائے حضور (ﷺ) کی تمام ذریات کو اگر چہ وہ آپ سے منسوب نہیں جیسے زینبیہ وغیرہ اور یہ بھی جائز ہے کہ اسے ان سے عام کیا جائے جملہ اہل بیت کے لئے جیسے باقی علوی اور جعفری وعقیلی وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: اس کے مخصوص گروہ سے اختصاص کا استدلال آیت قرآنی سے بھی کیا جاسکتا ہے وہ آیت

"یا ایها النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین ." (احزاب، پ۲۲، آیت ۸)

ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصّہ منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔ (کنزالایمان)

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل علم (علماء کرام) کو مخصوص لباس میں ملبوس ہونا چاہیے مثلاً (۱) تطویل الاکمام۔ (پائنچے لمبے رکھنا) (۲) ارارہ الطیلسان (چادر وغیرہ لپیٹنا) وغیرہ وغیرہ تا کہ عوام کو معلوم ہو کہ یہ علماء کرام ہیں اور وہ ان کی تعظیم وتکریم بجالاسکیں یہ اعزاز صرف اور صرف علم اسلامی کی وجہ سے ہے اور یہ وجہ حسن (اچھی) ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۹) کیا مسئلہ وصیت للاشراف میں اولاد زینب شامل ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۱۰) ایسے ہی وقف علی الاشراف۔ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اگر واقف (وقف کنندہ) کے کلام میں ان کی تصریح ہو تو پھر دخول وخروج اس کے کلام پر موقوف ہے نام لے گا تو داخل ہوں گے اور صراحۃً ان کا نام لے کر نفی کرے گا تو داخل نہ ہوں گے اگر ایسا نہیں تو پھر انکا دخول وخروج بقاعدہ فقہ اسلامیہ کے وصایا کا دارومدار عرف بلد پر ہے۔ ہم اپنے مصر کے عرف

کے متعلق فتویٰ دیں گے کہ خلفائے فاطمیین سے لے کر تا حال ہمارا عرف یہ ہے کہ شریف (سیّد) کا اطلاق صرف اور صرف حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کی اولاد پر ہوتا ہے اور یہ لقب ان سے خاص ہے اسی عرف کے مقتضیٰ پر اولاد زینب اس وصیت ووقف میں داخل نہیں ہوگی۔

سوال برکۃ الجش میں تو زینبیہ کے لئے عرف کی ضرورت نہیں تو یہاں عرف کی شرط کیوں؟

جواب برکۃ الجش کے واقف (وقف کنندہ) نے صراحۃً زینبیہ کے داخلہ کی تصریح کی ہے چنانچہ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ وقف آدھا اشراف (حسنی وحسینی) کے لئے ہو دوسرا آدھا طالبیین یعنی اولاد علی کے لئے ہو۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر ابوالصالح **محمد فیض احمد اویسی رضوی** غفرلہ

پاکستان حال وارد بریڈفورڈ (یوکے)